ISSN 0548-0663 (UGC CARE List)

اس شمارے میں...

اداریہ	اپنی بات	۲

مضامین

مرزا دبیر شناسی اور نئے مرثیے کا اضافہ	پروفیسر ناشر نقوی	۳
آج شبیر پہ کیا عالم تنہائی ہے	ڈاکٹر فاضل احسن ہاشمی	۶
بانو سید پوری: تفہیم کربلا کی نسائی آواز	پروفیسر عابد حسین حیدری	۹
رثائی صنف ادب "نوحہ" کا تاریخی و تنقیدی تجزیہ	شاہد کمال	۱۳
جدید اردو مرثیے کے اہم معمار: قیصر بارہوی	ڈاکٹر کفایت حسین کیفی	۲۲
میر انیس عہد ساز مرثیہ نگار	ڈاکٹر گلشن مسرت	۲۶

منظومات

سلام	شکیل گیاوی	۸
سلام	پروفیسر نوید الیاس گھوری	۲۱
سلام	ہادی رضا ہادی بارہ بنکوی	۲۵
سلام	یاور وارثی	۲۹
سلام	تجسس اعجازی	۳۰
سلام	سہیل کاکوروی	۳۰
سلام	جاوید برقی	۳۱
سلام	ایم ایچ تابش ردولوی	۳۱

ترقیات

اقلیتی طبقہ سے متعلق اتر پردیش کی ترقیاتی اسکیم	علیشا	۳۲

ماہنامہ نیا دور، information.up.nic.in ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔

قیمت فی شمارہ: پندرہ روپے　　سالانہ رکنیت فیس: ایک سو اسی روپے

دو سال کی رکنیت فیس: تین سو ساٹھ روپے

تین سال کی رکنیت فیس: پانچ سو چالیس روپے

نوٹ: اپنی کمپوز شدہ تخلیقات، مندرج ای: میل آئی ڈی پر ہی ارسال کریں۔

E:mail:nayadaurmonthly@gmail.com

جلد:77 شمارہ:12

ماہنامہ نیا دور لکھنؤ

اپریل ۲۰۲۳ء

سرپرست

جناب سنجے پرساد

پرنسپل سکریٹری، محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ، اتر پردیش

پبلشر: ششر (ڈائرکٹر، انفارمیشن)

جناب انشمان ترپاٹھی (ایڈیشنل ڈائرکٹر، انفارمیشن)

ادارتی مشیر

محترمہ کُمکُم شرما (ڈپٹی ڈائرکٹر، انفارمیشن)

ایڈیٹر

ریحان عباس

رابطہ:9838931772

Email:nayadaurmonthly@gmail.com

معاون

شاہد کمال

نظارت: آسیہ خاتون، 9721856191

رابطہ برائے سرکولیشن و زرِ سالانہ:

صبا عرفی:7705800953

تزئین کار: ایم. ایچ. ندوی

مطبوعہ: پرکاش پیکجرس، گولہ گنج، لکھنؤ

شائع کردہ: محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ، اتر پردیش

زرِ سالانہ: ۱۸۰/روپے

ترسیل زر کا پتہ

ڈائرکٹر انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ

پنڈت دین دیال اُپادھیائے سوچنا پریسر، پارک روڈ،

اتر پردیش، لکھنؤ 226001

Pleas send Cheque/Bank Draft in favour of Director,Information & Public Relations Department,Pandit Deendayal Upadhyay Soochna Parisar,UP,Lucknow

خط و کتابت کا پتہ

ایڈیٹر نیا دور، پوسٹ باکس نمبر ۱۴۶، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

بذریعہ کوریئر یا رجسٹرڈ پوسٹ

ایڈیٹر نیا دور، انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ

پارک روڈ، سوچنا بھون، اتر پردیش، لکھنؤ 226001

نیا دور میں شائع ہونے والے تمام تر مشمولات میں جن خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے، اس کی پوری ذمہ داری مصنف کی ہے۔ حکومت اتر پردیش کا متفق ہونا بہر حال ضروری نہیں ہے۔

For Latest Issues of Naya Daur visit at www.information.up.nic.in

Scanned with CamScanner

پروفیسر عابد حسین حیدری
صدر شعبہ اردو، ایم جی ایم، پی جی کالج سنبھل (یوپی)
9411097150

بانوؔ سید پوری: تفہیم کربلا کی نسائی آواز

اردو کی رثائی شاعری کا کینوس اتنا وسیع و عریض ہے کہ اس کے دامن میں ہر مذہب، ہر قوم اور ہر قبیلے سے متعلق شعراء کی شعریات نظر آتی ہیں۔ رثائی شاعری جس کا محور و مرکز شہادت امام حسینؑ کا وہ منظر نامہ ہے جو ۶۱ھ میں سرزمین کربلا پر وقوع پذیر ہوا۔ ظاہراً یہ چند گھنٹوں کی جنگ سیرت و کردار کا ایسا آئینہ ہے، جس نے دنیا کے ہر قوم قبیلہ کو متاثر کرتے ہوئے تمام جغرافیائی حدودں کو توڑ دیا اور آج امام حسینؑ کی ذات بقائے انسانی کا استعارہ بن کر ہر صاحب دل کو متاثر کر رہی ہے۔ رثائی شاعری میں مرثیہ اردو شاعری کی ایسی سربرآوردہ صنف سخن ہے، جس میں غزل کا حسن، مثنوی کی روانی، نظم کا تسلسل، تصوف کا رنگ، ڈرامے کا تحیر اور فکشن کی دلچسپی کا اجتماعی آہنگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ وہ صنف ہے، جس میں شاعری کی تمام تر خوبیاں جلوہ گر ہیں۔ یہ صنف عرب سے ضرور آئی لیکن برصغیر کی مٹی کی خوشبو نے اسے جولب ولہجہ عطا کیا اس کے سبب یہ اردو شاعری کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی شاعری بن گئی۔ رثائی شاعری کی ان شعریات کو تخلیقی شعور بخشنے میں ہمارے شعراء نے بڑی جگر کاوی کی ہے۔ دکن کی مستحکم رثائی روایت نے دہلی میں آکر اپنی تخلیقات سے جس اسلامی رواداری کو دنیا کے سامنے متعارف کرایا وہ اودھ کی سرزمین پر پہنچ کر گنگا جمنی تہذیب کی علامت بن گئی۔ خاندان انیس و دبیر اور عشق کی نت نئی تخلیقی توانائی نے مرثیے کو بام عروج پر پہنچایا اور بعد میں جوش، نسیم، آل رضا، جمیل مظہری اور نجم آفندی جیسے جدید مرثیہ نگاروں نے مرثیے کے موضوعات کی توسیع کرتے ہوئے اسے حریت آدمیت کا نقیب بنا دیا۔ مرثیے کے اس سفر میں جہاں ہر مذہب وملت کے شعرا نے اپنے تخلیقی جوہر دکھائے وہیں شاعرات کا بھی گنگا جمنی اجتماع اس صنف میں خاصا وقیع دکھائی دیتا ہے۔

جدید مرثیہ نگاری میں صنف نسواں کی نقیب کی حیثیت سے جہاں روپ کماری کا نام سرفہرست ہے، وہیں خطۂ اودھ سے ایک اہم نام بانوؔ سید پوری کا بھی ہے جنھوں نے اپنی رثائی شاعری سے اپنے عہد کو متاثر کیا۔ بانوؔ سید پوری عوام وخواص دونوں میں مقبول ہیں۔ ان کے مجموعہ مراثی "تنویر سخن" (جلد چہارم) کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب فن ہیں۔ انھوں نے اپنے مرثیوں کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

متذکرہ مجموعہ کے باب اول کو "کربلا اقدام سے انجام تک" کا عنوان دیا گیا ہے، جس میں دس مرثیے طلب، بیعت، قیام مکہ، مسلم بن عقیل، ترک حج و آمد زہیر تک، آمد زہیر تا ورود کربلا، ورود کربلا تا نویں محرم، شب عاشور، صبح عاشور تا عصر عاشور، عصر کربلا اور شام غریباں جیسے موضوعات کے تحت واقعۂ کربلا کے پورے فلسفہ اور شہادت امام حسینؑ علیہ السلام کی حقانیت کو ایک تسلسل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح کی کوشش دبیر اور ان کے تلامذہ کے یہاں ملتی ہے اور بعد میں اوج کے شاگرد فراست زید پوری نے اس روایت کو بڑے ہی شرح و بسط کے ساتھ "ماہ کامل" کے عنوان سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کی تاریخ مسدس کی ہیئت میں دو ہزار بند نظم کرکے تاریخ اسلام و ائمہ کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بانوؔ نے بھی انیس و دبیر کے راستے پر گامزن ہوتے ہوئے فراست کی اس جدت کو نئی جہت دی ہے۔ ان کی اس تخلیقی پیش کش میں انیس کا رنگ بھی ہے اور جوش انقلاب بھی۔ ساتھ ہی نجم آفندی کی فکر و فلسفہ سے بھرپور اصلاح معاشرہ کی روش بھی۔ میرے ان جملوں کی تطبیق نادرۃ الزمن مولانا ابن حسن نونہروی کی ذیل کی لفظیات سے کی جا سکتی ہے:

> "ان مرثیوں میں جن فیض و بسط کا مظاہرہ ہوا ہے وہ موصوفہ کی وسعت نظر، گہری فکر کا آئینہ ہے...... اسلوب کا بیان تقریب ابلاغ و تبلیغ میں اعتدال سے تجاوز نہ ہونا بڑی احتیاط پسندی کا مرحلہ ہے۔"

تنویر سخن (جلد چہارم) میں ماہر عروض و معانی ڈاکٹر شعور اعظمی کا تفصیلی مقدمہ ہے، جس میں انھوں نے قدیم مرثیے سے لے کر جدید مرثیے تک کے سفر کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے بانوؔ سید پوری کی مرثیہ نگاری کے امتیازات کی نشاندہی کی ہے۔ جدید مرثیے پر بحث کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے کہ "ان مرثیوں میں ممدوح کی سیرت بیان کرکے سننے والوں کو ان کی پیروی کا سبق دیا جاتا ہے۔

> "بانوؔ کا کمال فن یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے منظومات کے ذریعے بڑے بڑے وقوعے کو اس سلیقے سے پیش کرتی ہیں کہ اصل موضوع تک قاری کا ذہن پہنچ جائے اور اس بصیرت آگیں مرحلے سے ان کا قاری آسانی سے گزر جائے۔ منظر نامہ ۲۸؍رجب ۶۰ھ کی رات کا ہے لیکن شاعرہ کا تخیلاتی تصور اسے معراج جیسے اہم واقعہ تک لے جاتا ہے، جس کی قرآن کریم تصدیق کرتا ہے اور اس عبد و معبود کی گفتگو میں واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے شاعرہ نے اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شب معراج میں اس رات کا نقشہ رسولؐ کے سامنے تھا جس کا منظر نامہ ۲۷؍رجب ۶۰ھ کو تاریخ نے لکھا۔ بانوؔ نے اس منظر نامہ کو خوبصورت نظم کا پیکر عطا کیا ہے جس میں چھوٹے چھوٹے وقوعے کے ذریعہ شاعرہ نے مرثیہ کو مزید متحرک اور پرکشش بنا دیا ہے۔"

جنگ آزادی کی ابتدا میں جمیل مظہری، جوش ملیح آبادی وغیرہ نے قوم کو پیروی آل محمد کا سبق دیا۔ نجم آفندی نے کردارطرازی پر زور دیا۔ انھوں نے مرثیے کے اجزا پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نہ جدید مرثیہ گویوں نے مرثیہ کے تمام اجزا پر توجہ کی نہ قدیم مرثیہ گویوں نے۔ ہر ایک نے افتادطبع اور فطری میلان کے مطابق مرثیے کے اجزا منتخب کیے۔ اس بحث میں بانو سیدپوری کی مرثیہ نگاری کے امتیازی وصف کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بانو سیدپوری کا زمانہ آتے آتے درس حریت کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی لیکن کردار سازی اور روبہ عمل رہنے کی تلقین کی ضرورت یقیناً تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مراثی میں قدیم و جدید کا ایک حسین امتزاج نظر آتا ہے۔"[۲]

اکیسویں صدی ہی نہیں ہر دور کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے اور اسی دہشت گردی کو بے نقاب کرنے کے لیے امام حسین علیہ السلام نے اپنی قربانی پیش کی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی قربانی سے یہ ثابت کیا کہ تلوار ہر مسئلے کا حل نہیں ہے۔ تلوار سے کسی کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ حق وصداقت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ امام حسینؑ کے بڑے بھائی امام حسن نے صلح کرکے بتایا کہ میرے نانا رسولؐ خدا کی سیرت صلح وآشتی ہے اور امام حسینؑ نے بھی بار بار عمر سعد کے سامنے وعظ ونصیحت کرکے امن وآشتی قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول خدا کے فلسفۂ جہاد کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان دونوں نواسوں کے جہاد کے طریقۂ کار کا باریک بینی سے مطالعہ کرنا پڑے گا۔ بانو سیدپوری نے اپنے مرثیوں میں اس اہم نکتہ پر بڑی خوبی سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ واقعۂ کربلا کی تفہیم سے پہلے ہمیں صلح حسن کے فلسفہ کو سمجھنا ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے صلح، جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو نمایاں کیا ہے۔ تحریر سخن جلد چہارم کے باب دوم کے تیسرے مرثیہ ع

کس قدر صلح کی تصویر حسیں ہوتی ہے

میں بانو سیدپوری نے فلسفۂ صلح کی گہرائی وگیرائی، فلسفۂ جہاد اور اس کا امتیاز اور دہشت گردی کی سطحیت کو بڑے موثر پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ متذکرہ مرثیہ میں صلح کی تجسیم بانو کی لفظیات میں ملاحظہ فرمائیں:

کس قدر صلح کی تصویر حسیں ہوتی ہے صلح تہذیب کی اک شرح مبیں ہوتی ہے
جادۂ فکر پہ تدبیر یقیں ہوتی ہے صلح انساں کی شرافت کی امیں ہوتی ہے
کشمکش ختم نہیں ہوتی ہے شمشیروں سے
بات بنتی ہے تو بس صلح کی تدبیروں سے

صلح تدبیر کو تقدیر بنادیتی ہے صلح تخریب کو تعمیر بنادیتی ہے
لب خاموش کو تقریر بنادیتی ہے صلح بگڑی ہوئی تصویر بنادیتی ہے
صلح سے فہم کے چہرے پہ نکھار آتا ہے
صلح سے خود کو پرکھنے کا وقار آتا ہے

صلح ایک ایسا اسلحہ ہے جو جہاد کے دیرپا اثرات کی تفہیم کرتا ہے۔ صلح کی گہرائی اور جہاد کی گیرائی کو بھی بانو نے بڑے سلیقے سے نظم کیا ہے، ساتھ ہی مجاہد کی صفت سے بھی اپنے قاری کو متعارف کراتے ہوئے موجودہ دور کے خودساختہ مجاہدین سے بھی اپنے قاری کو روبرو کراتی ہیں:

صلح ہے راہبر جادۂ تعمیر جہاد صلح ہے شانہ کش زلف گرہ گیر جہاد
دیکھیے صلح کے آئینہ میں تصویر جہاد اور کچھ صلح سے ہوجاتی ہے تاثیر جہاد
صلح میں قوت شمشیر قلم بنتی ہے
صلح کی راہ میں تقدیر امم بنتی ہے

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ بانو سیدپوری نے اپنے مجموعہ مراثی کے پہلے باب کا عنوان "کربلا اقدام سے انجام تک" رکھا ہے۔ جس میں پہلا مرثیہ "طلب بیعت" کے عنوان سے ہے۔ اس مرثیے میں بانو نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کی امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلبی کے منظر نامے کو نظم کا روپ دیا ہے۔ بانو نے امام حسین علیہ السلام کا ولید بن عتبہ سے یزید کے انکار بیعت کے فلسفہ کو جس انداز سے نظم کیا ہے وہ ان کی انفرادی فکر کی غماز ہے۔ انھوں نے امام حسینؑ کے نظریہ کو جس انداز سے اپنے قاری تک پہنچایا ہے وہ اس بات کا اشاریہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام یا ان کے والد گرامی نے کسی اور کی بھی بیعت نہیں کی تھی۔ بیعت طلبی کے موضوع کو انھوں نے جن تراکیب لفظی، صنائع اور استعاراتی نظام سے مرتب کیا ہے وہ ان کے کلام کی پختگی اور شعور کی بالیدگی کا ثبوت ہیں:

بیعت طلب ستم روش اتقا سے تھا بیعت طلب فریب، رضا بالقضا سے تھا
بیعت طلب فساد، سکون بقا سے تھا بیعت طلب گمان، یقین خدا سے تھا
بیعت طلب تھا کذب صداقت شعار سے
بیعت طلب خزاں کی روش تھی بہار سے

بانو سیدپوری نے درج بالا بند میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مدینہ میں امام حسین علیہ السلام کے سامنے جو بیعت طلبی کی آواز بلند ہوئی تھی وہ اس لیے تھی کہ نظام نبوت و رسالت کو ختم کردیا جائے اور رسول کے ذریعہ مکہ میں جو لاالہ الا اللہ کی صدا بلند کی گئی تھی اور گلدستۂ اذان پر اس الٰہی حکومت کا اعلان آج بھی موذن کرتا رہتا ہے اسے خاموش کردیا جائے۔ یزید کفرونفاق کا نمائندہ بن کر امام حسینؑ سے مطالبۂ بیعت کرتا ہے لیکن امام حسینؑ نے اپنے انکار سے سفیانیت کی وہ منافقانہ نقاب نوچ کر پھینک دی اور الٰہی آواز بن کر کربلا کے میدان میں آگئے۔ اس منظر نامہ کو شعری پیکر عطا کرتے ہوئے بانو سیدپوری نے منظر اور پس منظر دونوں کی خوبصورت عکاسی کی ہے:

آواز یعنی کفر سے پیماں کریں حسینؑ شر کی فضا میں نذر دل وجاں کریں حسینؑ
آواز یعنی دین کو قرباں کریں حسینؑ پیدا زوال شرع کے عنواں کریں حسینؑ
نکڑا یا زعم کفر کا دیں کے شباب سے
ظلمت بڑھی کہ چھین لے نور آفتاب سے

متذکرہ مرثیے میں بانو سیدپوری نے حضرت آدمؑ سے لے کر نبیؐ آخر تک کی ان مجاہدانہ کوششوں اور دین اسلام کے سلسلے میں ان انبیاء کی مشقتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ہر نبی کی امیدوں کا مرکز امام حسینؑ کی ذات تھی، جن کے انکار پر دین اسلام کی بقا کا انحصار تھا اور آخرکار بانو کی لفظیات اس منظر نامہ کو خوبصورت نظم کا روپ دیتی ہیں جو قاری کو اس فکرو فلسفہ کی تفصیل میں معاون بنتا نظر آتا ہے۔

تقدیر دیں کی بگڑی ہوئی آخرش نبیؐ انسانیت نے سانس لی امن وسکون کی
محسن کو اپنے ڈھونڈ رہی تھی کلی کلی شادابیوں کے گلشن حق نے صدا یہ دی
دین خدا کے تازہ گلستاں تجھے سلام
شبیر اعتبار بہاراں تجھے سلام

بانو سیدپوری اپنے مرثیے میں انیس سے استفادہ کرتی نظر آتی ہیں۔ ان کے یہاں جوش ونجم کا رنگ وآہنگ جہاں انھیں مرثیے کے نئے مزاج کا راہی ثابت کرتی ہیں۔ روایت مرثیہ کی اقدار سے متصف محسوس ہوتی ہیں۔ جدید وقدیم کا یہی اختصاص انھیں جدید مرثیہ کی ایک معتبر شاعرہ بھی ثابت کرتے ہیں۔ میری لفظیات کی تطبیق کرنے کے لیے بانو کے درج ذیل بند ملاحظہ فرمائیں:

تیرے کرم نے درد کو درماں عطا کیے افکار کو ظہور کے عنواں عطا کیے
تونے وقار زیست کے ساماں عطا کیے تونے نئے مزاج کے انساں عطا کیے
آغاز کو جلالت انجام تونے دی
مظلومیت کو قوت اقدار تونے دی

Scanned with CamScanner

باقر کی نگاہ میں مظلومیت کی طاقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے اور اسی مظلومیت کے سبب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام فاتح اعظم ہیں۔ اس پس منظر میں امام حسینؑ کا تعارف باقر کی لفظیات میں ملاحظہ فرمائیں اور حسن نظم کی داد دیں:

تیری نظر کا فیض بصیرت کی ہے سند　　بس تیری رہبری کے اشارے ہیں مستند
جو کچھ ازل میں پایا رہے گا وہ تاابد　　تیری حد کمال، کمال بشر کی حد
تونے بدل دیا ہے خزاں کو بہار سے
کونین معتبر ہیں ترے اعتبار سے

باقر کا کمال فن یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے منظومات کے ذریعے بڑے بڑے وقوعے کو اس سلیقہ سے پیش کرتی ہیں کہ اصل موضوع تک قاری کا ذہن پہنچ جائے اور اس بصیرت آگیں مرحلے سے ان کا قاری آسانی سے گزر جائے۔ منظر نامہ ۲۸؍رجب ۶۰ھ کی رات کا ہے لیکن شاعرہ کا تخیلاتی تصور اسے معراج جیسے اہم واقعہ تک لے جاتا ہے، جس کی قرآن کریم تصدیق کرتا ہے اور اس عبد ومعبود کی گفتگو میں واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے شاعرہ نے اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شب معراج میں اس رات کا نقشہ رسولؐ کے سامنے تھا جس کا منظر نامہ ۲۷؍رجب ۶۰ھ کو تاریخ نے لکھا۔ باقر نے اس منظر نامہ کو خوبصورت نظم کا پیکر عطا کیا ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے وقوعے کے ذریعہ شاعرہ نے مرثیہ کو مزید متحرک اور پرکشش بنا دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اک رات پہلے عرش پہ پہنچی نبیؐ کی ذات　　تیرے سفر کی بات بھی معراج کی ہے بات
تو ارتقا کی راہ میں تقدیر ممکنات　　عہد آفریں ہے کتنی یہ تیری رجب کی رات
معراج مصطفیؐ کا بھی جلوہ لیے ہوئے
تعمیر کربلا کا بھی نقشہ لیے ہوئے

باقر سید پوری نے ۲۷؍رجب ۶۰ھ کی رات کے پس منظر میں واقعہ کربلا کے پورے واقعے کو دیگر منظر ناموں کے ذریعہ مزید موثر بنا دیا ہے۔ ۲۷؍رجب بعثت پیغمبر کی رات ہے اور اس بعثت کے ساتھ ساتھ ہجرت جیسی عظیم رات کا تذکرہ بھی مرثیہ میں مزید وسعت وہمہ گیری کو واضح کرتا ہے اور ان راتوں کے پس منظر میں شاعرہ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ان کی وسعت نظر کا اعلامیہ ہے۔ شاعر نے رات کو مختلف زاویوں سے بیان کر کے اپنے قاری کی رات کو جمالیات سے متعارف کرایا ہے اس لیے کہ شب معراج جمال محمدؐ، جمال خداوندی سے روبرو ہے وہیں ہجرت کی جمالیات فداکاری اور ایثار کا بہتری نمونہ ہے، جس میں رسولؐ کی جان مولائے کائنات کے سونے پر بچ پائی۔ اسی طرح اسلام کی تقدیر اس رات میں امام حسینؑ کے فیصلے پر موقوف ہے اور اس فیصلے نے اسلامی دنیا کی سوئی ہوئی تقدیر کو انقلاب سے ہمکنار کر دیا۔

کیا انقلاب لائے ہیں حالات میں حسینؑ　　حق کو رچا کے فکر وخیالات میں حسینؑ
امکاں کی حد دکھا کے محالات میں حسینؑ　　اٹھے وہ عہد باندھ کے اس رات میں حسینؑ
جس عزم بے مثال کا دفتر ہے کربلا
جس عہد لازوال کا منظر ہے کربلا

اس رات کے منظر نامے میں باقر سید پوری نے مآل مرثیہ کا بھی خیال رکھا ہے۔ مدینہ سے ہجرت کرتے ہوئے امام حسینؑ کا نانا رسولؐ خدا، مادر گرامی فاطمہؑ زہرا اور سبط رسولؐ جناب امام حسنؑ سے وداع کا منظر نامہ اس بات کا ثبوت ہے کہ باقر کو بین نظم کرنے میں ملکہ حاصل ہے۔ ماں اور بیٹے کا مکالمہ اور اس درد انگیز مکالے میں حسینؑ کی ماں جائی زینب سلام اللہ علیہا کے بین نے منظر نامہ کو مزید غم انگیز بنا دیا ہے۔ مرثیہ میں ماں کا اپنے لخت جگر سے تخاطب ملاحظہ فرمائیں:

تو اور مسافرت کے وہ آلام ہائے ہائے　　یہ غم کی صبح، درد کی یہ شام ہائے ہائے
یہ آفتیں یہ رنج یہ ہر گام ہائے ہائے　　یہ ظلم تجھ پہ میرے خوش انجام ہائے ہائے
عالم وہ ہے کہ جیسے چھری لب پہ چلتی ہے
ماں تیری ہمرہی میں لحد سے نکلتی ہے

ماں اور بیٹے کا یہ مکالمہ جہاں خوبصورت بین کی عکاسی کرتے ہیں وہیں مرثیہ کی لفظیات، تراکیب اور حسن ترتیب واقعہ اسے شاعری کی جمالیات کا مرقع بنا دیتا ہے۔ غم والم کی اس جمالیات کو باقر نے جس سلیقے سے نظم کیا ہے وہ اس بات کا اشاریہ ہے کہ مرثیہ کی جمالیات اردو کی دوسری اصناف کے مقابل زیادہ پرکشش اور خوبصورت ہے۔ جمالیات کا مرقع درج ذیل بند ملاحظہ فرمائیں:

وہ سائیں سائیں کرتی ہوئی رات الاماں　　شدت وہ درد وغم کی دو عالم کے درمیاں
وہ ڈوبتا لرزتا ہوا قلب ناتواں　　راز ونیاز کے وہ سخن، غم کی داستاں
گویا زبان حال سے نوحے یہ ہوتے تھے
ماں کی لحد سے لپٹے ہوئے شاہ روتے تھے

جناب زینبؑ فاتح کوفہ وشام بننے سے پہلے امام حسینؑ کی زبانی شاعرہ نے جو تصوراتی کائنات مرتب کی ہے وہ اس بات کا اشاریہ ہے کہ امام حسینؑ کا اپنی ماں جائی کے تعلق سے کیا خیال ہے شاعرہ نے امام حسینؑ کے ذریعہ یہ کہلوایا ہے کہ میری ہمشیرہ تو ثانی زہرا ہے۔ تو میری والدۂ گرامی کی سیرت کا آئینہ ہے اس لیکر بلا کی اس رزم گاہ میں تجھے حوصلۂ سیدہ کی ضرورت ہے۔ اس منظر نامہ کی جمالیات سے مملو درج ذیل بند جہاں شعریات رثا کا بہترین نمونہ ہے وہیں جناب سیدہ کے اس مشن کا بھی غماز ہے جو انھوں نے ولایت مولائے کائنات کے لیے پہلی خلافت میں اپنے صبر وشجاعت کا مظاہرہ کر کے پیش کیا تھا:

مادر سے صبر وشکر کی دولت بھی مانگ لے　　بلوے میں دے جو کام وہ قوت بھی مانگ لے
ہر اک قدم پہ ضبط کی ہمت بھی مانگ لے　　سر میرا کٹتے دیکھ یہ جرأت بھی مانگ لے
محفوظ تجھ سے ہوگا مفاد حسینیت
کرنا ہے سر تجھی کو جہاد حسینیت

اسی طرح باقر سید پوری نے مختلف وقوعے کے ذریعہ مقصد شہادت امام کی وضاحت کی ہے۔ درج بالا بند میں حضرت علیؑ اکبر اور امام حسینؑ کی گفتگو سے موت وحیات کی تفہیم سے انقلاب حسینی کا منشور پیش کیا ہے، وہیں حضرت قاسم اور جناب زہیر قین کے واقعہ کے ذریعہ اس فلسفہ کی تفہیم کو مزید آسان بنا دیا ہے۔ جناب زہیر کو امام حسینؑ کا پیغام اور اس پیغام سے زہیر اور ان کی زوجہ کی گفتگو نے موت کی جمالیاتی حقیقت کو مزید نکھار دیا ہے۔ یہاں پر باقر نے زن وشو کی گفتگو کو اپنے نسائی تجربہ کی بنیاد پر جمالیات شعری کا خوبصورت نمونہ بنا دیا ہے۔

تھا موت کی خبر سے تو چہرہ پہ طرفہ نور　　جو سانس تھی وہ حسن عقیدت کا تھا ظہور
بے فکر کرب سے خلش این وآں سے دور　　زوجہ کو دل کی بات بتائی بصد سرور
وہ موت کی خبر تھی کہ پیغام زندگی
ہوتے ہیں ایسے واقف انجام زندگی

حضرت زہیر قین کے علاوہ حضرت حر واقعہ کربلا کا ایک ایسا کردار ہے، جس نے مسلمانوں کی اس فکر سے اپنے آپ کو الگ کیا۔ جس کا نمونہ اس دور کے صحابیان رسولؐ اور تابعین رسولؐ تھے۔ جس کے سبب امام حسینؑ نے یزید کے اتباع کرنے والے ان سفید پوشوں سے اپنے آپ کو الگ کیا۔ امام حسین کوفہ اس لیے روانہ ہوئے تھے کہ اہل کوفہ نے اپنے متواتر خطوط کے ذریعہ کوفہ آنے کی دعوت دی، اسی لیے امام حسینؑ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کوفہ کا راستہ

Scanned with CamScanner

اختیار کیا لیکن کوفہ کے حالات بدلے اور اسی کوفہ کے ہزاروں لوگ امام حسینؑ کے قتل کے درپے ہوگئے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے امام حسینؑ کو گرفتار کرنے کے لیے حر کی سرکردگی میں ایک ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ حر اور امام حسینؑ کا سامنا ہوتا ہے اور کریم ابن کریم امام نے حر اور اس کے پورے لشکر کو سیراب کرکے انھیں زندگی دی۔ حر کے اس واقعہ کو موضوع بنا کر انیس و دبیر نے بے مثال مرثیے کہے اور خصوصیت نے انیس نے ع ''بخدا فارس میدان تہور تھا حر''۔ جیسا معرکۃ الآرا مرثیہ نظم کیا۔ اس مرثیے کے مکالمے اردو شاعری کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ انیس کے اس پسندیدہ کردار کو دوسرے مرثیہ نگاروں نے بھی نظم کیا ہے۔ باتو سید پوری نے بھی اسے نظم کیا لیکن امام حسینؑ اور حر کا مکالمہ نظم کرتے ہوئے انھوں نے جو طریقۂ کار اختیار کیا ہے اس سے امام حسینؑ کے قیام اور حر کی شخصیت کے نقوش ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

باتو نے جن لفظیات سے اپنی شعریات کو مرتب کیا ہے وہ معنوی جمالیات کا خوبصورت نمونہ ہے۔ پہلے مصرعے میں حر جناب زہراؑ کے مرتبے سے واقفیت کا اظہار کرتا ہے اور ان کے مرتبہ اور عظمت سے واقفیت دوسرے مصرعے میں باتو نے نظم کرتے ہوئے انھیں بتولؑ و فاطمہؑ بتایا۔ تیسرے اور چوتھے مصرعے میں ایک وقوعے کے ذریعہ باتو نے عظمت نسواں کی نشاندہی کی ہے کہ اسلام میں عورت کی عظمت کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ سید المرسلین اپنی بیٹی فاطمہؑ کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے تھے۔ بیت میں باتو نے رسول خداؐ کی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے حضرت حر کی زبانی اس عقیدے کا اظہار کیا ہے جو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جسے اکثر مسلمانوں نے بھلا کر اہل بیت سے دشمنی کا راستہ اپنایا۔ باتو سید پوری کا نظریہ ہے کہ حر کا کردار اہل بیت دشمن مسلمانوں کے لیے آئینہ ہے جس نے شب عاشورا اپنے فیصلہ سے حق و باطل کو آشکار کرکے بتایا کہ اولاد بتولؑ کے ساتھ جو ہے وہی حق کے ساتھ ہے اور بتولؑ اور اولاد بتول کو چھوڑ کر کچھ بھی ہو سکتا ہے، حق پر نہیں ہو سکتا۔ مرثیہ میں باتو نے جگہ جگہ مختلف وقوعوں سے امام حسینؑ کے موقف کی وضاحت کی ہے۔ حر نے امام حسینؑ سے زندگی پانے کے باوجود اپنے حاکم کے حکم کے مطابق امام کو آگے بڑھنے سے روک دیا اس موقع پر باتو نے امام حسینؑ کے موقف کی وضاحت جس خوبصورت انداز میں کی ہے وہ اردو مرثیہ کا بہترین مکالمہ بن کر سامنے آتا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور باتو کے سلیقۂ نظم کی داد دیں:

بولے شہ امم یہ تمہاری مجال ہے — پابند تم کروگے ہمیں یہ خیال ہے
آئے وہ دھمکیوں میں جو حیدرؑ کا لال ہے — یہ غیرت وقار بشر کا سوال ہے
پابندیٔ نفاق وجہالت کی زندگی
جان رسولؐ اور یہ ذلت کی زندگی

۲ محرم ۶۱ھ کو امام حسینؑ کا مختصر سا قافلہ سرزمین کربلا پر وارد ہوا۔ اس تاریخی واقعہ کو مرزا دبیر اعلیٰ اللہ مقامہ نے بڑے سلیقے سے نظم کیا ہے۔ باتو نے بھی اس واقعہ کو نظم کرتے ہوئے جس نفسیاتی کیفیت کا ذکر کیا ہے وہاں کے عمیق مطالعے کا غماز ہے۔ زمین کربلا کی خصوصیات اور اس زمین سے سید الشہداء کے تعلق کو آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

آتی ہے اس زمیں سے ہمیں اپنے پن کی بو — ذروں میں اس کے خون شہیداں سے ہے نمو
بچپن سے اس زمین کی تھی ہم کو جستجو — بھیا خدا کا شکر ہے برآئی آرزو
یہ کربلا زمین پہ ایوان خلد ہے
آرام گاہ سید شبان خلد ہے

باتو نے درج بالا بند میں نفسیاتی طریقے سے واقعے کو تاریخ کی حقیقت نگاری سے مربوط کر دیا ہے۔ اس تاریخی حقیقت نگاری میں باتو نے کربلا کے مناظر کی جس انداز میں پیشکش کی ہے اس میں رثائیت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اس رثائیت کو بین سے قریب کرنے کے لیے انھوں نے کربلا کے موسم اور فضا کا سہارا لیا ہے۔ جس کے سبب باتو کے مرثیہ کے یہ بند مناظر قدرت اور مناظر فطرت کا خوبصورت نمونہ بن کر سامنے آتے ہیں:

وہ سائیں سائیں کرتی ہوئی رات اور وہ بن — محصور ظلمتوں میں وہ تاروں کی انجمن
نشتر ہو جیسے روح پہ وہ ہیبت سخن — کرب سکون جیسے کہیں بولتا ہو رن
ہر سانس قلب زار پہ خنجر چلاتی ہے
آواز اک نشیب سے رونے کی آتی ہے

اس وحشت ناک ماحول میں جناب زینبؑ کا پشت خیمہ پر گریہ کی آواز پر متوجہ ہونا اور امام حسینؑ سے استفسار اور جواب۔ ان تمام واقعات کو باتو نے بڑی خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔ شاعرہ نے ان بندوں میں جن لفظیات، تراکیب اور استعارات کا استعمال کیا ہے وہ مرثیہ کو رثائی کیفیت سے دوچار کرتا ہے۔ اس موقع پر امام حسینؑ کی جناب زینبؑ سے گفتگو کے درمیان جو نفسیاتی کشمکش شاعرہ نے نظم کی ہے وہ ان کی مشاقی کی دلیل ہے:

بھر آیا دل حسینؑ کا زینبؑ کو دیکھ کر — تیر غم والم سے الٹنے لگا جگر
تھا آنسوؤں کا سیل رواں اور چشم تر — ہمت سکوت کی ہے نہ قدرت سکوت پر
تھرا رہی ہے روح اگر چپ رہیں حسینؑ
یہ بین فاطمہؑ کے ہیں کیوں کر کہیں حسینؑ

لیکن امام حسینؑ کی اس نفسیاتی کشمکش کی تجسیم شعری کرتے ہوئے بہن بھائی کی گفتگو کے درمیان آمد کربلا کے مقصد کی وضاحت بھی شاعرہ نے جس انداز سے کی وہ لائق دید ہے:

زینبؑ یہ کربلا ہے یہاں قتل ہوں گے ہم — جھیلوگی قید ظلم کے تم اس جگہ ستم
کس سے کہیں جو روح پہ ٹوٹا ہے بار غم — زینبؑ پھرائے جائیں گے اب در بدر حرم
تشہیر اور تیغ کا پیغام آگیا
زینبؑ وفائے عہد کا پیغام آگیا

اسی طرح باتو نے شب عاشور، صبح عاشور تا عصر عاشور، عصر کربلا اور شام غریباں جیسے موضوعات کو خوبصورت نظم کی شکل دیتے ہوئے شاعری کی جمالیات کا نمونہ بنا کر مرثیہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح کتاب کے باب دوم ''زاد آخرت'' میں مولائے کائنات، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، امام حسنؑ، امام سید سجادؑ، جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا، جناب مختارؒ اور جناب میثم تمارؒ جیسے کرداروں کے حوالے سے مرثیے کو شامل کیا ہے۔ جس پر تبصرہ کسی اور موقع پر کیا جائے گا۔ باب سوم میں باتو نے ''اپنے غم کو بھی شریک غم مولا کردوں'' کے عنوان سے چوبیس شخصی مراثی کو مجموعہ کا حصہ بنایا ہے۔ اس طرح باتو نے اپنے مرثیوں میں فکر و فلسفہ قیام امام حسینؑ و شہادت امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ اہل بیت اور عاشقان اہلبیت کے مراثی کے ساتھ ساتھ شخصی مرثیہ میں طبع آزمائی کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ کربلائی مرثیوں کے ساتھ ساتھ شخصی مراثی نظم کرنے میں بھی پیچھے نہیں ہیں۔ ان کے شخصی مراثی کے کردار علماء و افاضل، ادباء و شعراء کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے عزیز و اقارب بھی ہیں جو اس بات کے غماز ہیں کہ باتو کے شخصی مراثی بھی بوقلمونی اور رنگارنگی کے نمونے ہیں۔ اس طرح باتو کے مجموعہ کلام تنویر سخن جو پانچ جلدوں پر محیط ہیں جس میں قصائد، مرثیے، سلام، منظومات، غزلیات، قطعات و رباعیات سب کچھ موجود ہیں جو اردو شاعری کا ایسا مرصع و مسجع کلام ہے جو یہ بتاتا ہے کہ باتو سید پوری جہاں مرثیہ کی ممتاز شاعرہ ہیں وہیں اردو کی ایک قادر الکلام شاعرہ ہیں۔

حواشی:

(۱) مولانا سید ابن حسن نونہروی، تقریظ، تنویر سخن (جلد چہارم) مجموعہ مراثی: باتو سید پوری، سید پور سلطان پور، جون ۲۰۱۴ء، ص: ۸
(۲) ڈاکٹر شعور اعظمی (مقدمہ) تنویر سخن، جلد چہارم، ص: ۱۳-۱۲

□□□

Scanned with CamScanner